مولانا انیس الرحمٰن ندوی*

''گاڈ پارٹیکل'' یا خدائی تخلیق کا شاہکار؟

۴ جولائی ۲۰۱۲ کو یورو پین آرگنائیزیشن فار نیوکلیئر ریسرچ سرن CERN نے جنیوا (سوئٹزرلینڈ) میں ایک اہم سائنسی انکشاف کا اعلان کیا جسے پوری سائنسی تاریخ کی ایک اہم ترین دریافت کے روپ میں دیکھا جا رہا ہے۔ ماہرین طبعیات کے مطابق انہوں نے ایک ذیلی ایٹمی ذرہ sub-atomic particle کو دریافت کرنے میں کامیابی حاصل کرلی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ دریافت اتنی اہم ہے کہ اس کی مدد سے ہماری کائنات کی تخلیق، اس کے رازوں اور اس کی لاینحل گتھیوں کو سلجھانے میں بے انتہاء مدد ملے گی۔ یہ دریافت کائناتی رازوں کے افشا کے لئے ایک کونجی کی حیثیت رکھتی ہے۔

اس دریافت کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ اس کو بروئے کار لانے کے لئے نصف صدی سے زائد کے وقفہ پر محیط چھ ہزار سائنسدانوں کی محنت اور ۱۰ ارب ڈالر کا صرفہ لگا۔

ہگس بوسون کی ماہیت اور اس کی اہمیت

اس تحقیق کی تمام تفصیلات گو ابھی پوری طرح منظر عام پر نہیں آئی ہیں۔ بلکہ اس سلسلے میں سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ انہیں اس بات کا اندازہ تو ہے کہ انہوں نے ایک اہم کائناتی حقیقت کو کھوج نکالا ہے مگر وہ اس دریافت کی مکمل ماہیت سے اب بھی ناواقف ہیں۔ سائنسدانوں کے مطابق بوسون ایک ذیلی ایٹمی ذرہ ہے جو کائنات کے تمام اقسام کے مادوں کو ان کی ظاہری کمیت، حجم، جسامت اور اشکال عطا کرتا ہے۔ دراصل ایٹم جو کائناتی مادہ کی عمارتی اکائی building block ہے یہ ذرہ اس کا ذیلی حصہ ہے اور اس میں موجود دوسرے ذیلی ذرات sub-atomic particles - الیکٹرون، پروٹون اور نیوٹران - کی تشکیل کرتا ہے، انہیں کمیت عطا کرتا ہے اور انہیں وہ طاقت فراہم کرتا ہے جس سے ہماری یہ عظیم الشان کائنات رواں دواں ہے۔ اس جوہری اور بنیادی ذرے کے بغیر ہماری اس کائنات کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

---

* جنرل سکریٹری، فرقانیہ اکیڈمی وقف، بنگلور انڈیا

سائنسدانوں کا ماننا ہے کہ اس انکشاف سے ہماری کائنات میں موجود غیر منتہی توانائی کو کھوج نکالا جاسکتا ہے، کائنات کے بے شمار رازوں کو فاش کیا جاسکتا ہے، انسان کے نقطہ آغاز کے متعلق معلومات فراہم ہوسکتی ہیں اور سب سے بڑھ کر خود ہماری کائنات جو کہ اب بھی ایک معمہ بنی ہوئی ہے اس کی تفہیم میں اس کے ذریعہ بے انتہاء آسانی پیدا ہوسکتی ہے۔

مذہبی حلقوں میں ہلچل

ہگس بوسون کے اس انکشاف سے جہاں سائنسی دنیا ایک انقلابی دور سے گزر رہی ہے وہیں اس نے نظریاتی میدان میں بھی ہلچل پیدا کردی ہے۔ لہذا اس انکشاف کے تعلق سے اخبارات ومجلات میں مذہب کی حمایت اور مخالفت میں دونوں قسم کے مضامین منظر عام پر آرہے ہیں۔ لہذا ہگس بوسون Higgs Boson کی اسقدر اہمیت کے پیش نظر بعض حلقوں میں اسے 'خدا' کا مترادف یا نفس 'خدا' سے تعبیر کیا گیا۔ گویا کہ خدا دریافت ہوچکا ہے اور اسے گاڈ پارٹیکل ''خدائی ذرہ'' سے بھی موسوم کیا گیا۔ بعض کا گمان ہے کہ اس بے انتہاء اہم دریافت سے ایک نئے مذہب کی بنیاد پڑ سکتی ہے۔ جبکہ کائنات کے ہر ذرہ میں پائے جانے والے اس اہم ذیلی ایٹمی ذرہ کو بعض ہندو مذہبی حلقوں میں اس ہندوانہ عقیدہ کی تائید وتصدیق کے روپ میں دیکھا جارہا ہے جس کے مطابق خدا کائنات کی ہر شئ میں موجود ہے۔ امریکی اخبار واشنگٹن پوسٹ کے ایک مضمون نگار رک ونگرو نے واشنگٹن پوسٹ کے ۱۱ جولائی ۲۰۱۲ء کے شمارے میں ایک مضمون بعنوان ''گاڈ پارٹیکل کا انکشاف خرافات پر سائنس کی فتح'' رقم کیا ہے جس میں اس انکشاف کی آڑ میں مذہب کا مذاق اڑاتے ہوئے اللطیف طریقہ سے اس کے بانیوں اور اس کے متبعین پر جہالت اور معاشرتی ناروی کے الزامات تک عائد کئے ہیں۔

ظاہر ہے اس نئی اور اہم تحقیق سے متعلق یہ تمام نقطہائے نظر اس اہم تحقیق کو ایک غلط رخ دینے کی کوششیں ہیں، جو کسی بھی طرح درست قرار نہیں دی جاسکتیں۔ اس ذیلی ایٹمی ذرہ کو ''گاڈ پارٹیکل'' کا نام میڈیا اور اخبارات کے ذریعہ زبان زد عام وخواص کیا گیا، ورنہ سائنسی حلقوں اور بالخصوص سائنسدانوں کی وہ جماعت جو اس تحقیق سے وابستہ ہے وہ بھی اس دعوے سے خود کو دور رکھے ہوئے ہے۔ پروفیسر پیٹر ہگس Prof. Peter Higgs (پ ۱۹۲۹ء) جو اس تحقیق کے سربراہ ہیں اور ان کے نام سے یہ ذرہ جزوی طور پر منسوب کیا گیا ہے وہ بھی اس تسمیہ کے خلاف ہیں۔ اور انہوں نے اس سے غلط فہمی کے پھیلنے کا اندیشہ بھی ظاہر کیا ہے۔

بہرحال، یہ کوششیں سائنسی حلقوں سے کی گئی ہوں یا میڈیا اور عوامی حلقوں سے، ذیلی ایٹمی ذرہ کو خدائی ذرہ کا نام دینا مادہ کو خدا کا درجہ دینے کے مترادف ہے، جو مادہ پرستی materialism سے کوئی مختلف چیز نہیں ہے۔ بلکہ مادہ پرستی کو نئے قالب میں ڈھالنے کی ایک اور کوشش ہے۔ اگر بات ایسی ہی ہے تو پھر دنیا کی ہر شئ اور ہر انسان قابل

پرستش اور لائق عبادت ہے۔سائنسی نقطۂ نظر سے ایسا کوئی بھی نظریہ اس لئے بھی ناقابل قبول قرار پائے گا کیونکہ جدید سائنس نے یہ حقیقت بھی بخوبی منکشف کردی ہے کہ ہماری کائنات میں پایا جانے والا ہر قسم کا مادہ اس کی اہمیت سے صرف نظر قابل فنا ہے۔لہذا جو چیز خود فانی ہو وہ لافانی کیسے ہوسکتی ہے؟نقیضین کا یہ اجتماع سائنسی اور عقلی دونوں اعتبارات سے محال ہے۔

خدا کی ماہیت:اسلامی نقطۂ نظر سے

اس کے برخلاف اسلام نے خدا اور خالق کائنات کا جو تصور پیش کیا ہے وہ صاف وشفاف ہونے کے ساتھ ساتھ جدید سائنسی تحقیقات وتصورات کے عین مطابق بھی ہے۔لہذا قرآن مجید میں خالق کائنات کی ذات وماہیت کے متعلق دو قسم کے بیانات وارد ہوئے ہیں۔

پہلے بیان کے مطابق خدا کا چہرہ (قصص:۸۸،بقرہ:۱۱۵)،خدا کے ہاتھ (قصص:۷۵،مائدہ:۶۴،فتح:۱۰، زمر:۶۷)،خدا کی آنکھیں (طور:۴۸)،خدا کی سماعت وبصارت (شوریٰ:۱۱،آل عمران:۷۷)،اور خدا کا نفس (مائدہ:۱۱۶)وغیرہ تمام اعضاء ہونے کا تذکرہ موجود ہے۔

جبکہ دوسری قسم کے بیانات میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ کائنات میں اس جیسی کوئی شیٔ موجود نہیں:

﴿لیس کمثله شیء﴾ ’’اس جیسی کوئی چیز نہیں ہے۔‘‘ (شوریٰ:۱۱)

مذکورہ بالا قرآنی بیانات میں پہلی قسم کے بیانات سے خدا کی صفات واضح ہورہی ہیں جبکہ دوسرے بیان سے ان صفات کے بے مثل ہونے کی کیفیت بیان کی گئی ہے۔لہذا اس سے مترشح ہوتا ہے کہ خدا کی شخصیت شکل،ہیئت، ماہیت اور جوہری وعنصری ہر اعتبار سے دوسری تمام اشیاء سے مختلف ہے جس کا ہمیں علم نہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا ایسا کوئی تصور جدید سائنس کی روشنی میں درست ٹھہر سکتا ہے؟یا دوسرے الفاظ میں یہ کہ کیا ہماری کائنات میں ایسا کوئی مادہ پایا جاتا ہے جس کی کنہ وحقیقت سے سائنس اب تک نابلد ہے؟

اس سلسلے میں ہماری فرط حیرت کے لئے اتنا کافی ہے کہ سائنس نے ہماری کائنات کے جسقدر مادے کی دریافت کا دعوا کیا ہے وہ ہماری کائنات کے کل مادے کا ایک فیصد سے بھی کم ہے۔ہماری اس وسیع وعریض کائنات میں پائے جانے والے کھربوں کھربوں ستارے،سیارے،چاند،کہکشاؤں اور دوسرے اجرام ساوی ہماری کل دریافت شدہ کائنات کا صرف 0.4% فیصدی حصہ ہیں۔جبکہ مزید 3.6% فیصد حصہ بین کہکشائی گیس intergalctic gas پر مشتمل ہے۔جبکہ بقیہ 96% فیصد مادہ نامعلوم ہے جو تاریک مادہ dark matter اور تاریک توانائی dark energy پر مشتمل ہے۔یہ مادہ دوربینوں کی مدد سے مشاہدہ میں نہیں آتا کیونکہ یہ مادہ روشنی اور برقناطیسی تابکاری electromagnetic radiation کو نہ خارج کرتا ہے اور نہ انہیں جذب کرتا ہے۔جس کی وجہ سے یہ مادہ

سائنس کی گرفت سے باہر ہے۔لہذا اس کی کنہ وحقیقت سے سائنس یکسر نابلد ہے۔

کائناتی مادوں سے ہماری لاعلمی کا سلسلہ یہیں پر ختم نہیں ہوتا۔ بلکہ ہماری کائنات میں ایک اور قسم کا مادہ پایا جاتا ہے جس کی حقیقت سے بھی سائنس پوری طرح واقف نہیں ہے۔اس مادہ کو ضد مادہ anti matter کہا جاتا ہے۔ضد مادہ کے ذرات particles بھی ہو بہو اسی کمیت mass کے ہوتے جس طرح عام مادے کے ذرات ہوتے ہیں، البتہ ضد مادہ کے ذرات عام مادے کے ذرات کے مقابلے میں مخالف برقی چارج کے حامل ہوتے ہیں۔ نتیجۃً مادہ اور ضد مادہ باہم مل نہیں سکتے بلکہ جب ان کا آمنا سامنا ہوتا ہے تو یہ دونوں مادے آناً فاناً ایک دوسرے کو تہس نہس کردیتے ہیں۔

لہذا سائنسدانوں کا خیال ہے کہ ہماری اس کائنات میں بعض بعید ترین کہکشائیں نہ صرف مکمل طور پر ضد مادہ پر مشتمل ہوسکتی ہیں بلکہ ہماری اس پوری کائنات ہی کی طرح ضد کہکشاؤں anti galaxies،ضد ستاروں anti stars اور ضد سیاروں anti planets پر مشتمل ایک الگ ضد کائنات anti universe کا وجود بھی ہوسکتا ہے(انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا: جلد ۱۱، صفحہ ۷۰۳، ۱۹۸۴ء ایڈیشن)۔

اس نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو معلوم نہیں ہماری اس کائنات میں اور کتنے قسم کے مادے ایسے موجود ہوں جن کا حال ہم پر ابھی تک مستور ہے اور ہماری اس کائنات سے پرے اور کتنے قسم کے مادے، کتنی کائناتیں اور کیا کچھ موجودات پوشیدہ ہوں جس کو اگر چہ ہم طبیعی طور پر دریافت نہیں کرسکتے مگر ان کے امکانی وجود کو جدید حسابی وطبعیاتی طریقوں سے معلوم کرسکتے ہیں۔اس صورت میں مادے اور کائنات کے متعلق ہماری معلومات کے مقابلے میں نامعلوم موجودات کی کوئی انتہائی اور حد متعین نہیں ہوگی۔لہذا ہماری معلوم ونامعلوم کائنات کے اس وسیع منظرنامے میں ہمارے معلوم حقیر مادے میں نو دریافت شدہ ذیلی ذرے ہگس بوسون کو خدائی ذرہ کا نام دینے کو خود فریبی یا اندھیرے میں تیر چلانے ہی سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔

اسٹیفن ہاکنگ کا دعوا

سائنسدانوں میں خدا کے متعلق ایک دوسرا نقطہ نظر بھی عام ہے، یہ تصور ’انکارِ خدا‘ کا تصور ہے۔لہذا بعض بڑے سائنسدان منکرین خدا atheist ہیں۔دلچسپ بات یہ ہے کہ ہگس بوسون ’’گاڈ پارٹیکل‘‘ کے بنیادی تحقیق کار پروفیسر پیٹر ہگس بھی منکر خدا ہیں۔ابھی حالیہ دنوں میں دنیائے سائنس کے ایک چوٹی کے سائنسدان اسٹیفن ہاکنگ Stephen Hawking (پ ۱۹۴۲ء) جو کائنات کے آغاز وارتقاء کے متعلق اپنی تحقیقات کے لئے مشہور ہیں ان کا بیان نشر ہوا ہے کہ انہیں اس بات کے ناقابل تردید ثبوت فراہم ہوئے ہیں کہ خدا موجود نہیں ہے۔

ہماری اس کائنات اور اس سے ماوراء موجودات کے متعلق ہماری معلومات اور لاعلمیوں کے تناسب پر اوپر پیش کی گئی بحث کے تناظر میں اسٹیفن ہاکنگ کا یہ دعوا انتہائی مضحکہ خیز معلوم ہوتا ہے۔ ظاہر ہے جب کائنات کی کل موجودات پر ہماری لاعلمی کی کوئی انتہائی نہیں ہے تو پھر اس میں کسی چیز کے عدم وجود پر فتوے بازانہ انداز سے فیصلہ کیسے صادر کیا جاسکتا ہے؟ ہاکنگ کا یہ بیان یقیناً ایک بڑے سائنسدان کی طرف سے غیر سائنسدانہ کلام ہے، جو سائنسی بحث وتحقیق کے تصورات اور اصولوں کے خلاف ہے۔

کیا خدا کی دریافت ممکن ہے؟

یہاں ایک اور سوال کافی اہم ہے۔ وہ یہ کہ کیا انسان کبھی خدا کی ذات کو طبیعی وفطری طور پر دریافت کرنے پر قادر ہوسکتا ہے؟ اس کا جواب سائنسی اور معروضی نقطہ نظر سے چاہے کچھ بھی دیا جائے، مگر اس سلسلہ میں اسلام کا موقف یہ ہے کہ یہ کار عظیم انسان کی دسترس سے باہر ہے، کیونکہ اللہ نے انسان کو سرے سے اس کا مکلف نہیں بنایا ہے، اور نہ انسان کو فطری طور پر یہ صلاحیتیں عطا کی گئی ہیں۔ لہذا متعدد احادیث ایسی وارد ہوئی ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو خدا کے متعلق سوچنے ہی سے منع فرمایا ہے۔ اس کے بجائے آپ ﷺ نے خدائی نشانیوں پر غور وفکر کرنے اور ان کے ذریعہ خدا کی کاریگری وصناعی اور اس کی عظمت وجلالت کا ادراک کرنے کی تلقین فرمائی۔ لہذا عمرو بن مرۃ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ؐ نے فرمایا:

"تفکروا فی الخلق ولاتفکروا فی الخالق."

(الدر المنثور، السیوطی، ۲/۴۰۸، تخریج: ابن ابی الدنیا وراغب اصفهانی عن عمرو بن مرۃ)

"تم (اللہ کی) مخلوق کے متعلق غور وفکر کرو، خالق کے متعلق تفکر وتدبر مت کرو۔"

حضرت ابن عمر سے ایک حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"تَفَكَّرُوا فِی آلاءِ اللهِ وَلَا تَفَكَّرُوا فِی اللهِ."

(الدر المنثور، ۲/۴۰۹، تخریج: ابن ابی الدنیا، طبرانی، ابن مردویہ وراغب اصفهانی عن ابن عمر)

"اللہ کی نعمتوں کے متعلق غور کرو، اللہ کے متعلق نہیں۔"

نعیم بن حماد نے حضرت ابن عباس سے ایک روایت نقل کی ہے کہ آپ ؐ نے فرمایا:

"تَفَكَّرُوا فِی خَلْقِ اللهِ وَلَا تَفَكَّرُوا فِی اللهِ." (الدر المنثور، ۲/۴۰۹)

"تم اللہ کی مخلوق کے متعلق غور کرو، اللہ کے متعلق غور مت کرو۔"

ان روایات سے مترشح ہوتا ہے کہ خدا کی ذات کا کھوج لگانا یا اس کے متعلق غور وفکر کرنا دونوں باتیں فضول

اور کارِ عبث ہیں۔ انسان کو جو اہلیت وصلاحیت فطری طور پر عطا کی گئی ہے وہ اس کارِ عظیم کی انجام دہی کے لئے ناکافی ہے: ﴿وما أوتیتم من العلم إلا قلیلا.﴾ "اور تمہیں بے حد کم علم عطا کیا گیا ہے۔" (الاسراء: ۸۵)۔ اسی وجہ سے احادیث میں اس کارِ عبث میں پڑنے اور اس میں منہمک ہو کر وقت ضائع کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ یا اگر اس کو سائنس کی زبان میں بیان کرنا ہو تو یوں کہا جاسکتا ہے کہ خالق کائنات کا یہ فیصلہ ہے کہ انسان پر اس کائنات اور اس سے ماورار جن موجودات کا حال اب بھی مستور ہے ان میں سے بعض کا حال اس پر ہمیشہ مستور رہے گا۔ سائنس نے بھی ہزارہا سال کے اپنے طویل سفر اور بے پناہ ترقیوں کے باوجود اس سلسلے میں اب تک ذرہ برابر علم کا بھی اضافہ نہیں کیا ہے۔ لہذا احادیث کے مذکورۂ بالا بیانات اس سلسلے میں اپنی علمی اہمیت کے ساتھ ساتھ بڑی اعجازی اہمیت کے حامل بھی ہیں۔

خدا کی معرفت کا طریقہ

خلاصہ یہ کہ جدید سائنسی تحقیقات نے یہ حقیقت بخوبی واضح کردی ہے کہ خدا کا انکار جس طرح غیر سائنسی اور غیر علمی بات ہے اسی طرح خدا کے وجود کو طبیعی طور پر دریافت کرنے کا دعوا بھی غیر سائنسی بات ہے۔ لہذا اس سلسلے میں اسلامی احکام وتعلیمات کا خلاصہ بھی یہی ہے۔ دوسری طرف قرآن نے خدا کی معرفت کے لئے کئی طریقے متعین کئے ہیں۔ ان میں سے ایک طریقہ یہ ہے کہ خدا کی تخلیق کردہ اس عظیم کائنات میں بکھرے پڑے بے شمار مظاہر وموجودات میں غور وفکر اور تفکر وتدبر کے ذریعہ خدا کی صناعی وخلاقی، عظمت وکبریائی، اور اس کی ملکوتیت وربوبیت کا ادراک کیا جائے۔ اس کو قرآن مجید میں جگہ جگہ مختلف پیرایوں میں تفکر، تدبر، نظر وغیرہ الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔

قرآن کی نظر میں خدا کی معرفت کا دوسرا طریقہ وحی اور سائنس میں تطبیق کا عمل ہے، جس کے ذریعہ اس حقیقتِ عظمیٰ تک ہماری رسائی ہوسکتی ہے کہ قرآن اور کائنات دونوں کا سرچشمہ ایک ہستی ہے:

﴿سَنُرِیهِمْ آیَاتِنَا فِی الآفَاقِ وَفِی أَنْفُسِهِمْ حَتَّى یَتَبَیَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ.﴾ (فصلت: ۵۳)

"عنقریب ہم اپنی نشانیاں آفاق (کائنات) اور خود ان کے انفس (جسموں) میں دکھا کر رہیں گے یہاں تک کہ ان پر یہ بات واضح ہوجائے کہ یہ (قرآن) برحق ہے۔"

آئے دن کے سائنسی انکشافات اور ان انکشافات اور قرآنی بیانات میں واقع ہو رہی تطبیقات اسی قرآنی فکر وفلسفہ کی تائید وتصدیق ہیں۔ اور خود ہگس بوسون کا انکشاف جو صحیح معنوں میں خدائی تخلیق کا شاہکار ہے اس سے بھی اسی قرآنی فکر وفلسفہ کی تائید ہوتی ہے۔